

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

طرزِ محبّتِ رسول

صلّی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلّم

(آخری حصہ)

۲۹ ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ / 04 اکتوبر 2024ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

Join our channel | Follow our Account | Like our Page | Like our Page | Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَہُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَہُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَہُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَہُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ ؕ وَیُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ [المجادلۃ22:58]

ربّ تعالیٰ اپنے بندوں کے جو اعمال بہت پسند فرماتا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اُس کی بارگاہ میں کثرت سے دُعائیں مانگتا رہے۔ قرآن و سنت میں دُعا کرنے کے متعدّد فضائل بیان ہوئے ہیں اور دُعا چھوڑنے پر کئی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

دُعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجت کا بار بار سوال کیا جائے۔ انسان کتنا ہی سخی کیوں نہ ہو، اُس سے بار بار مانگا جائے تو بالآخر وہ اُکتا جاتا ہے، جب کہ باری تعالیٰ ایسا مہربان ہے کہ وہ التجا کرنے والے پر ناراض نہیں ہوتا، بلکہ نہ مانگنے والے پر غضب فرماتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّهُ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔ ”جو (تکبّر کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے یقیناً اللہ اُس پر ناراض ہوتا ہے۔“ (جامع ترمذی، حدیث:3373)

جو دُعائیں کثرت کے ساتھ کرنی چاہییں اُن میں سے ایک بہت اہم التجا یہ ہے کہ ”اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی مَحبّت اور اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اُلفت سے آباد فرما!“ اِس تمنّا کا پے در پے اِظہار اِس لیے کرنا چاہیے کہ محبّتِ خُدا و عشقِ مصطفیٰ وہ سرمایہ ہے جس کے بغیر زندگی بے مقصد ہے اور یہ دولت کوشش سے نہیں، محض ربِّ کریم کی عطا سے نصیب ہوتی ہے۔ جن خوش نصیبوں کو یہ سعادت میسّر آئی وہ اِس کی چاشنی سے ایسے مسرور ہوئے کہ پھر عمر بھر اِس میں ترقّی کی آرزو کرتے رہے۔ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا — جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اُٹھائے کیوں

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مستی ایسی ہے کہ کشتۂ عشق و محبت اور پیکرِ علم و حکمت رحمۃ اللہ علیہ نے ربّ تعالیٰ کے حضور یہ چاہت پیش کی:

ایسا گمادے اُن کی وِلا میں خُدا ہمیں — ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

پھر یہ تمنّا فقط زندگی تک ہی محدود نہیں، بلکہ روزِ حشر کے بارے میں بارگاہِ لم یزل میں یہ خواہش پیش کیا کرتے تھے:

یاالٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اُٹھائے — دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا میں اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے عشق کا واسطہ و وسیلہ پیش کیا جائے تو قبولیّت کی اُمّید اور بڑھ جاتی ہے؛ کیونکہ وہ ایسے سچے عاشقان تھے کہ جن کا بے مثال پیار بلاشبہ قیامت تک کے مسلمانوں کو کامیابی کا راستہ دکھاتا رہے گا۔

حسبِ سابق[1] آج کا خطبہ بھی ”صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ مَحبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ سے حاصل شدہ کچھ اُصولوں سے متعلق ہوگا۔

---

[1] گزشتہ خطبات پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://drive.google.com/drive/folders/1ZSoflgMgD9SazLrsOniOM6HdKv7C_AJd?usp=sharing

مَحبّت کا تقاضا... تمام نسبتوں کی تعظیم و مَحبّت

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عشقِ رسول ﷺ کے جو تقاضے سکھائے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رحمتِ عالَم ﷺ کے ساتھ نسبت والی ہر چیز کی تعظیم و تکریم کی جائے... آپ کے تبرّکاتِ مبارکہ، آپ کے نامِ نامی و ذکرِ اقدس، آپ کے شہرِ مقدّس، آپ کی احادیثِ کریمہ، آپ کے دینِ متین کی کتابوں، آپ کے نعلَینِ مبارک کے نقش اور آپ کے روضۂ منوّرہ کی شبیہ، حتّٰی کہ آپ کے ساتھ تعلّق و واسطہ والی ہر شے کا دل و جان سے احترام کیا جائے۔

دستِ مبارک کا بوسہ لینے والے بال: مکّہ مکرّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا کو فتح کرنے کے بعد سرورِ عالَم ﷺ قبیلۂ ہَوازِن کے خلاف جہاد کے لیے حُنَین تشریف لے گئے۔ فتحِ حُنَین کے بعد واپسی پر ایک جگہ قیام فرمایا تو مؤذِّن نے نماز کے لیے اذان کہی، اُس وقت کچھ غیر مسلم بھی وہاں موجود تھے، جن میں سے ایک کا نام "ابو مَحذورہ" تھا، یہ لوگ بطورِ مذاق مؤذن کے ساتھ ساتھ وہی کلمات دہرانے لگے۔ ابو محذورہ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، اذان مکمّل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اِن سب کو بُلوا بھیجا، پیش ہوئے تو فرمایا: أَيُّكُمُ الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ قَدِارْتَفَعَ؟ یعنی "تم میں کس کی آواز مجھے سب سے بلند سنائی دے رہی تھی؟" سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے باقیوں کو واپس جانے کی اِجازت دے دی، جب کہ ابو محذورہ کو روک لیا اور حکم فرمایا کہ اذان سناؤ۔

ابو محذورہ کہتے: فَقُمْتُ وَلَا شَيْءَ أَكْرَهُ إِلَيَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا مِمَّا يَأْمُرُنِيْ بِهٖ۔ یعنی مَیں اذان کہنے کے لیے اُٹھا، حالت یہ تھی کہ کفر کے سبب میرے دل میں نبیِ کریم ﷺ کے لیے سخت ترین نفرت تھی اور اذان بھی حدّ درجہ ناگوار تھی۔ مزید کہا: نہ چاہتے ہوئے بھی مَیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے خود مجھے اذان کہنے کا طریقہ سکھایا[1] اور مَیں نے اذان کہی۔

اذان مکمّل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابو محذورہ کو ایک تھیلی دی، جس میں چاندی تھی۔ نیز اُن کی پیشانی / سر کے اگلے حصے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور نوازتے ہوئے ناف تک چہرہ و سینہ و جگر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا، ساتھ میں دُعا دی: «بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ!»[2] یعنی "اللہ تعالیٰ تمہیں نعمتوں میں بھی رحمت و برکت عطا فرمائے اور جسم میں بھی خیر و برکت سے نوازے!"

وہ زَباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں	اُس کی نافِذ حکومت پہ لاکھوں سلام
وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول	اُس نسیمِ اِجابت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا	موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

---

[1] چونکہ اُس وقت ابو محذورہ ناگواری کے ساتھ اذان کے کلمات کہہ رہے تھے؛ اِس لیے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه اور أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کو بلند آواز سے نہیں کہا تھا؛ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں یہ کلمات دوبارہ بلند آواز کے ساتھ کہنے کا حکم فرمایا۔ مؤذِّنِ مدینہ سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مسجدِ نبوی شریف میں یہ کلمات اُسی طرح کہتے تھے جس طرح احناف اذان کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے شرح معانی الآثار، باب الأذان کیف ھو؟)

[2] بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ) فِيْمَا أَعْطَاكَ. (وَبَارَكَ عَلَيْكَ) فِيْ جِسْمِكَ بِالصِّحَّةِ وَالْعَافِيَةِ۔ (مرشد ذوی الحجا والحاجۃ إلی سنن ابن ماجہ للھرری)

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: وَذَهَبَ كُلُّ شَيْءٍ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ كَرَاهِيَةٍ، وَعَادَ ذٰلِكَ كُلُّهُ مَحَبَّةً لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔ یعنی پہلے دل میں رسول اللہ ﷺ سے متعلق سخت نفرت تھی فوراً وہ حد درجہ محبت و دیوانگی میں تبدیل ہو گئی۔

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں مؤذّن مقرّر فرما دیجیے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ، قَدْ أَمَرْتُكَ۔ یعنی "جی ہاں! مَیں نے تمہیں مؤذّنِ حَرَمِ مکہ مقرر کر دیا۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث: 708) پھر سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تقریباً نصف صدی تک حرمِ مکہ میں اذان کی سعادت حاصل کرتے رہے، حتّٰی کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں 59ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ بعد ازاں نبیِ کریم ﷺ کی طرف سے عطا ہونے والا یہ اِعزاز آپ کی نسلوں میں منتقل ہوتا رہا۔ (طبقاتِ ابن سعد، ترجمہ: 1109، ج: 5، ص: 450، دارِ صادر)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے کے بال کافی لمبے ہو گئے، حتّٰی کہ اگر آپ بیٹھ کر اُنھیں کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ کہا گیا: یہ بال کٹواتے کیوں نہیں؟ فرمانے لگے: جانِ عالَم ﷺ نے اِن پر اپنا دستِ مبارک رکھا تھا؛ اب میں وفات تک نہیں کٹواؤں گا (یہ قبر میں بھی میرے ساتھ جائیں گے)۔ چنانچہ آپ نے وصال تک وہ بال نہیں کٹوائے۔[1]

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے عمر بھر اِن بالوں کی حفاظت اپنے بال سمجھ کر نہیں کی؛ اگر یہ بات ہوتی تو وہ پورے سر کے بال لمبے رکھتے، بلکہ فقط اِس لیے کی کہ اِن بالوں نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر اُن کی نظر میں دستِ اقدس سے مسّ کرنے والے بالوں کی اِتنی قدر ہے تو اُن کے دل میں خود سرورِ عالَم ﷺ کی کس قدر تعظیم ہو گی!

عصرِ حاضر میں تعظیم کا حکم: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعاتِ محبت و تعظیم کے ذریعے ہر دَور میں حق پرست اپنا ایمان تازہ کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ بعض بدنصیب یہ شُبہ ڈالتے ہیں کہ تعظیم تو تب تھی جب آپ ﷺ آنکھوں کے سامنے موجود تھے، اب اُس طرح تعظیم کیوں کی جائے؟ وہ آثارِ نبویّہ، ذکرِ اقدس، نقشِ نعلین اور شبیہِ روضۂ مبارکہ کی تعظیم کو درست نہیں سمجھتے۔

اِس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ربّ تعالٰی نے قرآنِ حکیم میں تعظیم کا حکم دیا، مگر وقت یا طریقے کی کوئی قید نہیں رکھی، ظاہر ہے کہ یہ اطلاق معاذ اللہ بھول کی وجہ سے نہیں، بلکہ ربّ تعالٰی کی مشیت تھی کہ بندے میرے قرآن سے یہ سمجھیں کہ محبوبِ مکرّم ﷺ کی تعظیم ہمیشہ کرنی ہے اور ہر اُس طریقے سے کرنی ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔[2] اِس مسئلہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم

---

[1] فَكَانَ أَبُوْ مَحْذُوْرَةَ لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهُ وَلَا يَفْرِقُهَا؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا۔ (السنن لأبي داود، رقم الحديث: 501) عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ مَجْزَأَةَ أَنَّ أَبَا مَحْذُوْرَةَ كَانَتْ لَهُ قُصَّةٌ فِيْ مُقَدَّمِ رَأْسِهِ، إِذَا قَعَدَ أَرْسَلَهَا فَتَبْلُغُ الْأَرْضَ، فَقَالُوْا لَهُ: أَلَا تَحْلِقُهَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَسَحَ عَلَيْهَا بِيَدِهِ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَحْلِقَهَا حَتّٰى أَمُوْتَ۔ فَلَمْ يَحْلِقْهَا حَتّٰى مَاتَ۔ (المستدرك على الصحيحين، الحديث: 6181۔ المعجم الكبير، الحديث: 6746۔ معرفة الصحابة لأبي نُعيم، الحديث: 3565۔ ورواه البخاري في "التاريخ الكبير"، برقم: 2403)

[2] قال الشيخ القاضي عيّاض رحمه الله: وَاعْلَمْ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ مَوْتِهِ وَتَوْقِيْرَهُ وَتَعْظِيْمَهُ لَازِمٌ كَمَا كَانَ حَالَ حَيَاتِهِ۔ (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثالث، الفصل الثاني، ج: 2، ص: 40، دار الفكر)

ہمارے راہ نما ہیں، اُنھوں نے وصالِ اقدس کے بعد تعظیم میں ذرہ بھر کمی نہیں کی اور ہر جائز طریقے سے تعظیم کرنے کی تربیت دی ہے۔

مشکیزے کی تعظیم: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسّان بن ثابت کی علّاتی (باپ شریک) بہن سیدتنا کَبشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور (کسی حکمت کے پیشِ نظر) پانی کے مشکیزے کو اپنے دہن (منہ) مبارک کے ساتھ لگا کر پانی نوش فرمایا۔

سیدتنا کبشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ۔ یعنی مَیں اُٹھی اور (تعظیم و برکت کے لیے) مشکیزے کا وہ حصہ کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا جس پر سرورِ عالم ﷺ کے مبارک ہونٹ لگے تھے۔[1]

عملِ فاروقی: مسجدِ نبوی شریف کے قریب سرورِ عالَم ﷺ کے چچا محترم سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا، جس کے پرنالے کا پانی مسجد شریف کے راستے میں گرتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامتِ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لا رہے تھے کہ اچانک اُس پرنالے سے پانی گرا، گھر میں کسی پرندے کو ذبح کیا گیا تھا اور پانی میں اُس کے خون کا اثر تھا۔ آپ نے واپس جا کر کپڑے تبدیل کیے، پھر نمازِ جمعہ پڑھائی اور پرنالا اُکھیڑنے کا حکم فرمایا؛ تاکہ آئندہ کسی نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

سیدنا عباس امیر المؤمنین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: وَاللهِ! إِنَّهُ لَلْمَوْضِعُ الَّذِي وَضَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ۔ یعنی اللہ کی قسم! یہ پرنالا اِس جگہ پر رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لگایا تھا۔ یہ جملہ سنتے ہی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: وَأَنَا أَعْزِمُ عَلَيْكَ لَمَّا صَعِدْتَ عَلَى ظَهْرِي حَتَّى تَضَعَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ۔ یعنی مَیں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ مَیں نیچے بیٹھوں گا اور آپ میرے اُوپر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے یہ پرنالا اُسی جگہ لگائیں گے جہاں آقا کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لگایا تھا۔ چنانچہ امیر المؤمنین کے اِصرار پر سیدنا عباس آپ کے کندھوں پر چڑھے اور پرنالا واپس اُسی جگہ لگا دیا۔

(مسند الإمام احمد: 1790، رجالهٗ ثقات وهذا الإسناد منقطع، انظر مجمع الزوائد: 206/4۔ ورواه البيهقي في سننه الكبرٰى بلفظ: فَقَالَ عُمَرُ رضی الله عنه: وَاللهِ لَا يَضَعُهُ إِلَّا أَنْتَ بِيَدِكَ، ثُمَّ لَا يَكُونُ لَكَ سُلَّمٌ إِلَّا عُمَرَ۔ قَالَ: فَوَضَعَ الْعَبَّاسُ رِجْلَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْ عُمَرَ، ثُمَّ أَعَادَهُ حَيْثُ كَانَ۔ [السنن الكبرٰى: 109/6، رقم: 11363])

سیدنا ابو محذورہ، سیدتنا کَبشہ اور امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس طرح سرورِ عالم ﷺ کی نسبتوں کی تعظیم کی، یہ اُمور اِسی اُصول کے تحت تھے کہ قرآنِ حکیم نے تعظیمِ رسول ﷺ کا حکم دیا ہے اور کسی خاص طریقے کی قید نہیں رکھی؛ لہٰذا ہر جائز طریقے سے تعظیم کرنی ہے۔ نیز تینوں حضرات کا طریقہ یہ تربیت کرتا ہے کہ وصالِ نبوی کے بعد بھی اُمّت پر آپ ﷺ کی تعظیم اُسی طرح لازم ہے جس طرح ظاہری حیاتِ طیّبہ میں لازم تھی۔

---

[1] عن كَبْشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ۔ (سنن الترمذي: 1892) وفي رواية ابن ماجة: فَقَطَعْتُ فَمَ الْقِرْبَةِ تَبْتَغِي بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ۔ (سنن ابن ماجة، رقم الحديث: 3423)

مَحبّت کا تقاضا... پیاروں سے پیار

محبت کا اُصول ہے کہ انسان جس سے سچی اُلفت رکھتا ہو اُس کے پیارے اپنوں سے بھی زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تربیت فرمائی ہے کہ سچے عاشقِ رسول کو اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں سے والہانہ محبّت ہونی چاہیے۔

تعظیمِ عمِّ رسول: سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما کو دربارِ رسالت میں جس قدر قُرب حاصل تھا وہ کسی سے مخفی نہیں، اِس کے باوجود دونوں حضرات نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں کے ساتھ یوں پیار کرتے تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

روایت میں ہے: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا إِذَا مَرَّا بِالْعَبَّاسِ وَهُمَا رَاكِبَانِ تَرَجَّلَا؛ إِكْرَامًا لَهُ۔

سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معمول تھا کہ اگر یہ سوار ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو دونوں حضرات اُن کے احترام کے پیشِ نظر سواری سے اُتر کر پیدل چلنا شروع کر دیتے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج:7، ص:182، دار احیاء التراث العربی)

پیاروں کے ساتھ پیار کی حسین مثال: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دن اپنے استاذ اور اِس اُمّت میں علمِ میراث کے سب سے بڑے عالِم سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احترام کرتے ہوئے اُن کی سواری کی زین کا وہ حصہ تھاما جس میں پاؤں رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اِس نسبت کو پیشِ نظر رکھا کہ وہ بڑے عالِم ہیں اور اُنھوں نے وراثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وافر حصہ پایا ہے۔ دوسری طرف سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پیاری نسبت کے پیشِ نظر فرمانے لگے: تَنَحَّ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد، چھوڑ دیجیے! (یہ خادموں کا کام ہے اور آپ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں) سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تاریخی جملہ کہا: إِنَّا هٰكَذَا نَفْعَلُ بِكُبَرَائِنَا وَعُلَمَائِنَا۔ ہم اپنے اکابر (بزرگوں) اور علما کا ایسے ہی احترام کرتے ہیں۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:5785)

تکریمِ محبوبِ رسول: ایک روز سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسجد کے کونے میں کسی جوان کو دیکھا کہ اُس کا لباس (تہبند / پاجامہ) لمبا ہونے کی وجہ سے زمین کے ساتھ لگ رہا ہے۔ چونکہ سنّت یہ ہے کہ شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے اُوپر ہو، تکبّر کے سبب ٹخنوں سے نیچے رکھنا منع ہے اور اتنا لمبا رکھنا بہر صورت ناجائز کہ پاؤں کے نیچے گھسٹ رہا ہو۔ (دیکھیے تبیان القرآن:4/321 تا 331) چنانچہ آپ نے اُنھیں نصیحت کرنے کے لیے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے سیدنا زید بن حارثہ کے پوتے) سیدنا محمد بن اُسامہ ہیں، رضی اللہ عنہم۔ اتنا جملہ سنتے ہی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تعظیم کے لیے سر جھکا لیا اور زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے: لَوْ رَآهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَأَحَبَّهُ۔ یعنی یہ وہ عظیم جوان ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہوتا تو حضور اِس سے بہت پیار فرماتے (جیسا کہ اِن کے والدِ گرامی اور دادا محترم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے)۔ (صحیح بخاری، حدیث:3734)

مَحبّت کا تقاضا... دشمنوں سے دشمنی

محبت کا اُصول ہے کہ انسان جس سے سچی اُلفت رکھتا ہو اُس کے دشمن ذاتی دشمنوں سے بھی زیادہ قابلِ نفرت ہو جاتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تربیت فرمائی ہے کہ سچے عاشقِ رسول کو دشمنانِ رسول و دشمنانِ دین کے ساتھ سخت نفرت ہونی چاہیے۔

قرآنی حکم: ربِّ کریم نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ... "جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ اُنھیں ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ اُن لوگوں سے مَحبّت رکھیں جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے (دیگر) رشتہ دار ہوں۔"

آیتِ کریمہ میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے مخالفین / دشمنانِ دین کے ساتھ دوستی و محبت سے منع فرمایا گیا، پھر نہایت قریبی خونی رشتوں کا ذکر کر کے یہ تربیت فرمائی کہ مسلمان پر لازم ہے کہ ایمانی تقاضے کی خاطر اپنے دُنیاوی مفادات تو کیا! طبعی و قلبی محبتوں کو بھی قربان کر دے۔ پھر ربِّ کریم نے اِس جذبہ کے حامل غیرت مند مسلمانوں پر ہونے والے انعامات کو بیان فرمایا:

⇐ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ... "یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا۔" (یہ خاتمہ بالایمان کی خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نقش کیا ہوا کبھی نہیں مٹتا)

⇐ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ... "اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد فرمائی۔" (یہ خاص رحمت و ہدایت اور تائید و نُصرت کی بشارت ہے)

⇐ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا... "اور اُنھیں ایسی جنّتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔"

⇐ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ... "اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ (کے انعام و رحمت) سے راضی۔" (دونوں جہان میں اِس سے بڑا کوئی انعام و اکرام نہیں ہے کہ ربِّ کریم راضی ہو جائے! پھر کمال کرم نوازی کہ فرمایا: بندے اُس سے راضی)

⇐ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ [المجادلۃ 58:22] "یہی اللہ کی جماعت ہے، سنو! یقیناً اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔" (مژدہ ہے کہ اِس جذبہ کے حامل مسلمان حقیقی معنوں میں "اللہ والے" بن جائیں گے)

غزوۂ بدر کے موقع پر امینِ اُمّت سیدنا ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے باپ نے اُنھیں للکارا، آپ نے رُخ پھیر لیا، جب باپ نے بار بار للکارا تو آپ کو گوارا نہ ہوا کہ کافر کی ضد مومن کی ایمانی غیرت سے بڑھ کر ہو، چنانچہ آپ نے باپ کو قتل کر دیا۔ اِس عمل کی تعریف کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ (المعجم الکبیر: 154/1، رقم: 360، قال الهيثمي: إِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، مجمع الزوائد: 155/9۔ المستدرك على الصحيحين، رقم: 5152۔ معرفة الصحابة، رقم: 558۔ وذكره عدّة من المفسرين)

اُستاذِ زمن برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمہ نے خوب کہا:

اُن کے دُشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے	شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری
اُن کے دشمن کو اگر تُو نے نہ سمجھا دشمن	وہ قیامت میں کریں گے نہ رفاقت تیری
اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں	دعوٰی بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی	اُن سے عشق، اُن کے عَدُوّ سے ہو عداوت تیری

لمحۂ فکریہ: اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کی اجتماعی صورتِ حال یہ ہے کہ ایمانی تقاضے کی بنیاد پر محبت و دوستی یا نفرت و دُشمنی کا جذبہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ مجموعی رویّہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ دُنیاوی مفادات وابستہ ہوں ہم اُس سے تعلّق رکھتے ہیں، خواہ وہ اللہ رسول کا گستاخ یا دین کا مخالف ہی کیوں نہ ہو... اور جس سے ہم نے کوئی دُنیاوی فائدہ حاصل نہیں کرنا اُس کے ساتھ محبّت رکھتے ہی نہیں یا فقط رسمی طور پر زبانی اُلفت کا دم بھرتے ہیں۔ اِس تلخ حقیقت کی متعدِّد مثالیں ہیں:

- پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے ہوتے ہوئے اسرائیلی درندے غزّہ کو تباہ کرنے اور 40,000 سے زیادہ مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد اب لبنان اور یمن پر بھی حملہ آور ہو چکے ہیں، مگر بیشتر طاقت وَر مسلم ریاستیں ابھی تک اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات ختم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب اُمّتِ مسلمہ سے غزّہ کے مظلوموں کے بارے میں پوچھا جائے گا تو کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔
- آئے روز قادیانی اور یہودی سازشیں بے نقاب ہوتی رہتی ہیں اور تحقیق پر پتا چلتا ہے کہ اُنھوں نے چند مسلمانوں کو ہی خرید کر اُن کے ذریعے دین اور ملک کے خلاف چال چلی ہے۔ یہ بھولے مسلمان اگر اپنے اندر دینی غیرت پیدا کرتے تو یہ صورتِ حال نہ ہوتی۔
- سوشل میڈیا پر نت نئے فتنے پھیلانے والے لوگوں کے جال میں ایک بڑی تعداد صرف اِسی لیے پھنس جاتی ہے کہ سادہ لوح مسلمان دینی غیرت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ اگر یہ سوچ پختہ ہو جائے کہ "جس شخص کی باتیں سن کر دل میں سرورِ عالَم ﷺ کی تعظیم و محبّت کم ہوتی ہے اُس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلّق نہیں" تو ایسے فتنے اپنی موت آپ مر جائیں۔

دینی غیرت پر انعامِ خداوندی: خُراسان کے ایک بادشاہ عَمرو بن لیث علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد کسی شخص نے اُنھیں خواب میں دیکھا۔ اُس نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بادشاہ مرحوم نے کہا: مجھے بخش دیا ہے۔ پوچھا: کس عمل کی وجہ سے بخشش ہوئی؟ بادشاہ مرحوم نے کہا: صَعِدْتُ ذِرْوَةَ جَبَلٍ يَوْمًا، فَأَشْرَفْتُ عَلٰى جُنُوْدِيْ، فَأَعْجَبَتْنِيْ كَثْرَتُهُمْ، فَتَمَنَّيْتُ أَنِّيْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَعَنْتُهُ وَنَصَرْتُهُ، فَشَكَرَ اللهُ لِيْ ذٰلِكَ وَغَفَرَ لِيْ۔ ایک مرتبہ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا تو اپنی فوج دیکھ کر بہت خوش ہوا، میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتا اور یہ تمام لشکر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کے دین کی مدد کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس آرزو کو قبول کرتے ہوئے مجھے بخش دیا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، الباب الثانی، فصل فی وجوب مناصحتہ، ج:2، ص:34۔ سیر اعلام النبلاء، ج:12، ص:517)

حرفِ آخر... عشقِ رسولِ کریم ﷺ کے چند اہم اُصول

ہر مسلمان کو کثرت کے ساتھ یہ دُعا مانگتے رہنا چاہیے کہ اُسے خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کی محبّت اور سرورِ کائنات ﷺ کی اُلفت نصیب ہو۔ یہ ایسی عظیم دَولت ہے جس کی برکت سے انسان کی دُنیا و آخرت سنور جاتی ہے... ایمان بھی پختہ ہو جاتا ہے اور اعمالِ صالحہ کا شوق بھی عطا کر دیا جاتا ہے۔

احادیثِ کریمہ میں کتنے ہی ایسے افراد کا ذکر ہے جنھیں محبتِ رسولِ کریم ﷺ نصیب نہیں تھی تو نہ صرف اسلام سے دُور رہے بلکہ اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے رہے... پھر جب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی زلفِ عنبریں کے اسیر ہوئے تو اسلام کے ایسے خدمت گزار بنے کہ قیامت تک اُن کی مثالیں پیش کی جاتی رہیں گی۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی علیہما الرحمہ نے کیا خوب التجا و آرزو کی:

سر ہے وہی سر جس میں ترا دھیان ہے ہر آن
اور دل ہے وہی جو ہے طلب گار تمہارا

جس کو مرضِ عشق نہیں ہے وہ ہے بیمار
اچھا تو وہی ہے جو ہے بیمار تمہارا

ہر وقت ترقّی پہ رہے دردِ محبت
چنگا نہ ہو مولیٰ کبھی بیمار تمہارا

محبّتِ رسول میں ترقّی اور عشقِ رسول کا صحیح طریقہ سیکھنا ہو تو جانِ جاناں ﷺ کے صحابۂ ذی شان رضی اللہ عنہم بہترین راہ نما ہیں۔ اُن کا عشق بارگاہِ الٰہی میں بھی مقبول ہوا اور اُسے بارگاہِ مصطفوی سے بھی سندِ قبولیت حاصل ہوئی۔

آخری چار خطبات میں عشقِ رسول ﷺ سے متعلق کچھ اصول ذکر کیے گئے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1) اُسوۂ اصحابِ ذی شان سے یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ حقیقی عاشقِ رسول کو سیرتِ طیّبہ کے بارے میں جان کر کثرت سے حُسن و جمالِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

2) سیرتِ صحابہ سے یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ عشقِ رسالت مآب ﷺ میں سچا ہونے کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی طاقت کے مطابق دینِ اسلام کی خدمت کرے؛ کیونکہ آقا کریم ﷺ نے عمر بھر اِس دین کی سربلندی کے لیے کوشش فرمائی ہے۔

3) صحابہ نے یہ بھی تعلیم فرمایا ہے کہ پیار کے دعویٰ میں سچا وہ ہے جو محبوبِ مکرّم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت کا مشتاق رہے

اور مرنے کے بعد بارگاہِ اقدس میں خیر وسلامتی کے ساتھ پیشی کے لیے فکر مند ہو۔

4) جس طریقے سے صحابہ نے رحمتِ عالَم ﷺ کے احکام پر عمل کیا ہے اُس سے قیامت تک راہِ عشق کے مسافروں کو یہ پیغام ملتا رہے گا کہ اطاعت وغلامی کے بغیر عاشقِ رسول ہونے کے دعوٰی میں حُسن نہیں ہے۔ سچا عاشق ویسا ہی بن کر رہتا ہے جیسا اُس کے محبوب کو پسند ہو۔ محبت کے اِس اُصول پر عمل کرتے ہوئے اطاعتِ خدا واتّباعِ مصطفٰی ﷺ کرنے والوں کو ربِّ کریم نے قرآنِ حکیم میں یہ خوش خبری عطا فرمائی ہے کہ اُنھیں انبیا، صدّیقین، شہدا اور صالحین کی سنگت نصیب ہو گی۔ یقیناً یہ بہت بڑا اِعزاز ہے۔

5) تربیتِ صحابہ کے مطابق اُلفتِ رسولِ کریم ﷺ کا تقاضا ہے کہ رحمتِ عالَم ﷺ کے ساتھ نسبت والی ہر چیز کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ آپ کے تبرّکاتِ مبارکہ، آپ کے نامِ نامی وذکرِ اقدس، آپ کے شہرِ مقدّس، آپ کی احادیثِ کریمہ، آپ کے دینِ متین کی کتابوں، آپ کے نعلَینِ مبارک کے نقش اور آپ کے روضۂ منوّرہ کی شبیہ، حتّٰی کہ آپ کے ساتھ تعلّق وواسطہ والی ہر شے کا دل وجان سے احترام کیا جائے۔

6) صحابہ نے یہ بھی سکھایا ہے کہ محبِّ رسول کو اپنے آقا کریم ﷺ کے پیاروں کے ساتھ والہانہ محبّت اور آپ ﷺ کے دشمنوں / مخالفینِ اسلام کے ساتھ دلی نفرت رکھنی چاہیے۔ جو اُن کا ہے وہ ہمارا ہے اور جو اُن کا نہیں ہمارا بھی اُس کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں۔ اگر اُمّت یہ اُصول اختیار کر لے تو دُنیا بھر میں عزّت وعروج نصیب ہو۔

شرعی مسئلہ: نبیِ کریم ﷺ سے ادنٰی نسبت والی چیزوں میں بھی ربِّ تعالٰی نے بے پناہ برکت رکھی ہے اور اُن کا احترام کیا جائے گا، آپ ﷺ کے جسمِ مبارک کا حصہ بننے والے بالوں کی شان وعظمت تو بہت بلند ہے... تاہم دورِ حاضر میں کچھ بدبخت لوگ دُنیاوی مفادات کے لیے نعلینِ مقدس اور موئے مبارک وغیرہ سے متعلق نبیِ کریم ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت کرتے ہیں۔[1] جو شخص سرکارِ دوعالم ﷺ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے وہ جہنم کا مستحق ہے، تو جو شخص ایسے بال کو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اقدس کا حصہ قرار دے جو حقیقت میں آپ کا موئے مبارک نہیں تو اُسے سوچنا چاہیے کہ وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔

ہمیں اگر کوئی شخص کہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تبرک ہے تو ہم اُس کا احترام کریں گے اور بے ادبی سے بچیں گے، مگر یہ نسبت کرنے والوں پر فرض ہے کہ پہلے مکمل تحقیق کریں۔ اگر کسی کا جھوٹ یقینی طور پر معلوم ہو تو اُس کی تردید کرنا لازم ہے۔[2]

---

[1] تبرکات میں جعل سازی سے متعلق معلومات کے لیے ملاحظہ کیجیے: ''اسلامی تبرکات میں ملاوٹ''، از مولانا سید زعیم الدین نعیمی۔ یہ رسالہ پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://archive.org/details/islamitabarrukatmainmilawatbysyedzaeemuddinnaeemi

[2] تبرکات کے شرعی احکام سے متعلق دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ سے جاری شدہ فتوٰی ملاحظہ کیجیے، تاریخِ اجرا: 2022-09-28۔ پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1mBP8EyNDhQ9LMezTz4UAfNJKwOnwQnBC/view?usp=sharing

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ کریم ﷺ کے طفیل اُمّتِ مسلمہ سے تمام مصائب وآلام دُور فرمائے، مظلوموں کی غیبی تائید ونصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے، اسرائیل کو اتحادیوں سمیت تباہ وبرباد فرمائے اور اُمّت کو دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غـزہ کے مظلوموں کے ساتھ عملی طور پر تعاون کرنے کی توفیق عطا کرے!

خالقِ کائنات ہمیں اپنے آقا کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت سے وافر حصہ عطا کرے! اور اُس کے تقاضے پورے کرنے کی سعادت سے بھی بہرہ مند فرمائے۔

ربِّ کریم پاکستان کو تمام بحرانوں سے نجات دے اور ڈینگی سمیت تمام وباؤں اور خطرات سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو ملک وقوم کا خیر خواہ بنائے! آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!